از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 15 دسمبر 1955

کے سی میتھیوز و دیگراں

بنام

ریاست ٹراوانکور - کوچن۔

[ویوین بوس، وینکٹارااما آئیر اور چندر شیکھر اآئیر جسٹس صاحبان]

سیشن ٹرائل - چارج کریں - مختلف ملزموں کے خلاف مختلف جرائم کو ایک ساتھ ملایا گیا - قانونی حیثیت - ملزم کا معائنے نہ تو مکمل اور نہ ہی واضح - ابتدائی مراحل میں اعتراض اٹھانے میں ناکامی - ملزم کی طرف سے اپنے خصوصی علم میں موجود حقائق کو روکنا - انفریشن کوڈ آف کریمنل پروسیجر (ایکٹ V، سال 1898)، دفعہ 225، 342، 537 - مجموعہ تعزیرات ہند (XLV، سال 1860)، دفعہ 302,149۔

اپیل گزاروں کو دوسروں کے ساتھ سیشن عدالت کے سامنے مقدمے کی سماعت کے لیے پیش کیا گیا۔ ان کے خلاف الزام نے اس حقیقت کو واضح کیا کہ انہوں نے ایک غیر قانونی اجتماع تشکیل دیا، مشترکہ مقصد میں ہر ملزم نے جو کردار ادا کیا تھا اس کی تفصیل بیان کی گئی اور پھر مجموعہ تعزیرات ٹراوانکور کی دس دفعات کی فہرست دی گئی جس میں وہ دفعات بھی شامل ہیں جو مجموعہ تعزیرات ہند 302 سے مطابقت رکھتی ہیں۔ سیشن جج نے انہیں دفعہ 149 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت بری کر دیا لیکن انہیں کم الزامات پر مجرم قرار دیا۔ انہوں نے اپنی سزاؤں کے خلاف عدالت عالیہ میں اپیل کی اور ریاست نے دفعہ 304 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 کے تحت ان کی بری ہونے کے خلاف اپیل کی۔ عدالت عالیہ نے ان کی اپیلیں مسترد کر دیں اور ان کی بری ہونے کے خلاف اپیلیں منظور کر لیں اور ان میں سے ہر ایک کو عمر قید کی سزا سنائی۔ ان کی جانب سے یہ دعوی

کیا گیا کہ الزام قانون کے مطابق نہیں تھا اور ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت ان کے معائنے ناقص اور متعصبانہ تھے۔

حکم ہوا کہ لگایا گیا الزام قانونی تھا اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 225 میں واضح طور پر اس کا احاطہ کیا گیا تھا۔ ہر ملزم کو اس کے خلاف مبینہ حقائق سے آگاہ کیا گیا اور وہ آسانی سے ان متعلقہ دفعات کا انتخاب کر سکتا تھا جن کے تحت اس پر الزام عائد کیا گیا تھا۔ اس لیے ان میں سے کسی کے لیے کوئی تعصب نہیں ہو سکتا۔

مزید حکم ہوا کہ چونکہ ابتدائی مرحلے میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت ناقص جانچ پر کوئی اعتراض نہیں کیا گیا تھا حالانکہ ملزموں کی نمائندگی وکیل نے کی تھی، اور چونکہ اپیل کی درخواست میں وہ سوالات بیان نہیں کیے گئے تھے جو عدالت کو ان کے سامنے رکھنا چاہیے تھے اور وہ جوابات جو انہوں نے دیے ہوں گے اور چونکہ انہوں نے اس طرح عدالت حقائق کو روک دیا جو ان کے خصوصی علم میں تھے، عدالت کو ان کے خلاف منفی نتیجہ اخذ کرنے کا حق ہے اور یہ کہ ان پر کوئی تعصب نہیں کیا گیا تھا۔

کہ جب کسی ملزم شخص سے دفعہ 342 کے تحت مناسب طریقے سے پوچھ گچھ نہیں کی جاتی ہے تاکہ وہ اپنے خلاف شواہد میں پیش ہونے والے حالات کی وضاحت کر سکے تو وہ اپیلٹ عدالت سے پوچھنے کا حقدار ہے، جو حقیقت کی حتمی عدالت ہے، کہ وہ اسے اسی عہدے پر رکھے جس میں وہ ہوتا اگر اس سے مناسب طریقے سے پوچھ گچھ کی جاتی اور اس کی وضاحت لینے کے لیے، اگر اس سے پوچھا جاتا تو، شواہد کا بار کرتے وقت اسی طرح غور کیا جاتا جس طرح عدالت کرتی اگر وضاحت ہمیشہ موجود ہوتی۔ لیکن وہ اس سے بہتر حیثیت میں رکھنے کے لیے نہیں کہہ سکتا جس میں وہ ہوتا اگر عدالت شروع سے ہی اپنا فرض ادا کرتی۔ لہذا، تعصب کی شکایت کرتے وقت اسے ان سوالات کا تعین کرنا چاہیے جو اس سے پوچھے جانے چاہئیں تھے اور ان جوابات کی نشاندہی کرنی چاہیے جو اس نے دیے ہوں گے۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 97، سال 1953۔

1952 کی فوجداری اپیل نمبر 54، 55، 56، 58 اور 79 میں ٹراونکور-کوچن عدالت عالیہ کے 15 جون 1953 کے فیصلے اور حکم سے آئین کے آرٹیکل 134(1)(c) کے تحت اپیل۔

اپیل گزاروں کی طرف سے ایس موہن کمار منگلم اور ایس سبرامنیم۔

سردار بہادر، مدعاعلیہ کے لیے۔

15.1955 دسمبر۔

عدالت کا فیصلہ بوس جسٹس نے سنایا۔

یہ فسادات کا معاملہ ہے جس میں دو پولیس کانسٹیبل مارے گئے تھے۔ اکتیس افراد کو مقدمے کے لیے پیش کیا گیا۔ فاضل سیشن جج نے ان میں سے اکیس کو تمام الزامات سے بری کر دیا اور باقی دس کو سب سے سنگین الزامات سے بری کر دیا، یعنی یہ جرم جو مجموعہ تعزیرات ٹراونکور کی دفعات کے تحت آتا ہے جو مجموعہ تعزیرات ہند 304 کے ساتھ پڑھنے والی دفعہ 302 سے مطابقت رکھتا ہے۔ لیکن اس نے انہیں کئی کم الزامات پر مجرم قرار دیا اور ہر الزام پر دو سے پانچ سال تک کی سزائیں عائد کیں اور ہدایت کی کہ سزائیں لگاتار چلنی چاہئیں سوائے 5 سے 8 اور 18 ملزموں کے مقدمات کے۔ اس نے ان میں سے ہر ایک کو صرف ایک الزام میں سزا سنائی اور اس طرح صرف ایک سزا تھی۔

مجرموں نے عدالت عالیہ میں اپیل کی اور ریاست ٹراونکور-کوچن نے بھی قتل اور فسادات کے الزام پر بری ہونے کے خلاف اپیل کی۔

عدالت عالیہ نے دس ملزموں کی طرف سے کی گئی اپیلوں کو مسترد کر دیا اور بری ہونے والوں کے خلاف اپیلوں کی اجازت دی اور ہر معاملے میں نقل و حمل کی کم سزا عائد کی۔ یہ دس ملزم اب یہاں اپیل کرتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ ملزم کمیونسٹ ہیں۔ ان میں سے دو، یعنی نمبر 30 اور 31، کو رات تقریباً 1 بجے 27-2-1950 پر گرفتار کیا گیا اور انہیں ایڈپلی پولیس قید خانے میں بند کر دیا گیا۔ استغاثہ کا مقدمہ

یہ ہے کہ دیگر 29 ملزموں نے اپنے ساتھیوں کو رہا کرنے کی سازش کی اور اس سازش کی پیروی کرتے ہوئے 28 تاریخ کو تقریباً 2 بجے چھریوں، چاقو، بانس و دیگر لاٹھیوں اور ایک خنجر جیسے مہلک ہتھیاروں سے لیس پولیس اسٹیشن پر حملہ کیا۔ چھاپے کے دوران دو پولیس کانسٹیبل میتھیوز اور ویلیو دھن مارے گئے۔

ہمارے سامنے پہلا نقطہ یہ ہے کہ الزام قانون کے مطابق نہیں ہے اور اس نے اپیل گزاروں کو ان کے دفاع میں تعصب کا شکار کیا ہے۔ اس سلسلے میں شکایت یہ ہے کہ ہر ملزم کو الگ سے نہیں بتایا گیا ہے کہ اس پر کس جرم کے لیے مقدمہ چلایا جا رہا ہے۔ ان سب کو مندرجہ ذیل طور پر ایک ساتھ جوڑ دیا گیا ہے:

"مذکورہ بالا جرائم استغاثہ کی طرف سے پیش کردہ شواہد سے ثابت ہونے کے بعد، آپ ملزم 1-29 نے اس کے تحت قابل سزا جرائم کا ارتکاب کیا ہے..."

اور پھر مجموعہ تعزیرات ٹراوانکور کے دس دفعات کے سلسلے کی پیروی کریں۔

ہم مطمئن ہیں کہ یہ الزام نہ تو تعصب کا باعث بنا اور نہ ہی ہو سکتا تھا۔ الزام کے مرکزی حصے میں یہ حقیقت بیان کی گئی کہ ملزم 1-29 نے ایک غیر قانونی مجمع بنایا اور مشترکہ مقصد بیان کیا؛ اور پھر الزام میں تفصیل سے اس کردار کی وضاحت کی گئی جو ہر ملزم نے ادا کیا تھا۔ ان حالات میں، ہر ملزم یہ جاننے کی حیثیت میں تھا کہ اس کے خلاف کیا الزام لگایا گیا تھا کیونکہ ایک بار حقائق شمار ہونے کے بعد ان پر لاگو ہونے والے قانون کا آسانی سے پتہ لگایا جا سکتا ہے؛ اور اس خاص معاملے میں یہ صرف دس میں سے متعلقہ دفعات کو چننے کی بات تھی۔ اس اعتراض میں کچھ بھی نہیں ہے؛ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 225 واضح طور پر اس قسم کے معاملے کا احاطہ کرتی ہے۔

اگلی دلیل یہ تھی کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے تحت ہر ملزم کی جانچ ناقص تھی اور اس سے تعصب پیدا ہوا۔ ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ جانچ اتنی مکمل یا واضح نہیں تھی جتنی ہونی چاہیے تھی لیکن ہم مطمئن نہیں ہیں کہ کوئی تعصب تھا۔

واضح رہے کہ تعصب کا سوال نیچے کی کسی بھی عدالت میں نہیں اٹھایا گیا تھا اور نہ ہی اسے اس عدالت میں اپیل کی بنیاد پر اٹھایا گیا تھا۔ یہ بات پہلی بار ہمارے سامنے ہونے والے دلائل میں لی گئی تھی اور یہاں تک کہ وہاں کے وکیل بھی یہ کہنے سے قاصر تھے کہ ان کے مؤکل حقیقت میں متعصبانہ تھے۔ وہ صرف اتنا کہہ سکتے تھے کہ تعصب کا امکان تھا۔

ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اپیل کی بنیاد پر اعتراض لینے میں غلطی لازمی طور پر مہلک نہیں ہے۔ ہر چیز کا انحصار مقدمے کے حقائق پر ہونا چاہیے۔ لیکن یہ حقیقت کہ اعتراض ابتدائی مرحلے میں نہیں لیا گیا تھا، اگر یہ لیا جا سکتا تھا اور ہونا چاہیے تھا، ایک ایسی مادی صورتحال ہے جو لازمی طور پر ملزم کے خلاف بہت زیادہ بار اٹھاتی ہے خاص طور پر جب اس کی نمائندگی وکیل کے ذریعے کی گئی ہو۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 537 کی وضاحت واضح طور پر عدالت سے مطالبہ کرتی ہے کہ

"اس حقیقت کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ آیا اعتراض کارروائی کے ابتدائی مرحلے میں اٹھایا جا سکتا تھا اور ہونا چاہیے تھا۔"

ایک اور مضبوط صورتحال یہ ہے: اپیل کی درخواست میں ان سوالات کا تعین نہیں کیا گیا ہے جو اپیل گزاروں کے مطابق ان سے پوچھے جانے چاہئیں تھے اور نہ ہی یہ ان جوابات کی نشاندہی کرتا ہے جو اگر ان سے پوچھے جاتے تو وہ دیتے۔ ایک بار پھر، اگرچہ یہ ضروری نہیں کہ عام طور پر مہلک ہو، تب تک تعصب کی درخواست کو برقرار رکھنا بہت مشکل ہو گا جب تک کہ عدالت کو یہ نہ بتایا جائے کہ جوتا کہاں پھنس جاتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ بعض غیر معمولی معاملات میں تعصب، یا تعصب کا معقول امکان، حقائق کے باوجود اتنا واضح ہو سکتا ہے کہ اس سے زیادہ کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اس قسم کے کیس کو غیر معمولی ہونا چاہیے۔ آخر کار، واحد شخص جو واقعی ہمیں بتا سکتا ہے کہ آیا وہ حقیقت میں متعصبانہ تھا، وہ ملزم ہے؛ اور اگر کوئی حقیقی تعصب ہے تو وہ فوراً حقائق بیان کر سکتا ہے اور عدالت کو ان کی اہمیت کا فیصلہ کرنے کے لیے چھوڑ سکتا ہے۔ لیکن اگر ملزم بذریعے رویہ، چاہے وہ ذاتی طور پر ہو یا اس کے وکیل کے منہ سے، یہ ہے کہ "مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کہتا۔ مجھے اب بھی اس بارے میں سوچنا ہے۔ لیکن میں نے یہ کہا ہو گا، وہ یا دوسرا، "تب عام طور پر یہ نتیجہ اخذ

کرنے میں تھوڑی مشکل ہوگی کہ نہ تو تعصب تھا اور نہ ہی ہو سکتا تھا۔ یہاں، دوسری جگہوں کی طرح، عدالت کو یہ نتیجہ اخذ کرنے کا حق حاصل ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر اپنے خصوصی علم کے اندر حقائق کو روکتا ہے اور عدالت کو وہ مدد دینے سے انکار کرتا ہے جو اس کا حق اور واجب ہے، اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے جس کا وہ انکشاف کر سکے اور یہ کہ اگر اس نے کوئی ایسی چیز ظاہر کی جو اس کے مقصد کی کھوکھلی پن کو فوری طور پر بے نقاب کرے۔

دفعہ 342 کا مقصد اس کے ابتدائی الفاظ میں بیان کیا گیا ہے-

"ملزم کو اس کے خلاف شواہد میں ظاہر ہونے والے کسی بھی حالات کی وضاحت کرنے کے قابل بنانے کے مقصد کے لیے۔

اگر ملزم کو وہ موقع فراہم نہیں کیا جاتا ہے، تو وہ اپیلٹ عدالت سے اسے اسی عہدے پر رکھنے کے لیے کہنے کا حقدار ہے جیسا کہ اگر اس سے کہا جاتا تو وہ ہوتا۔ دوسرے لفظوں میں، وہ اپیلٹ کورٹ، جو حقیقت کی حتمی عدالت ہے، سے یہ وضاحت لینے کا حقدار ہے کہ وہ پہلی عدالت میں شواہد کا بار کرتے وقت اسی طرح غور میں لاتا جس طرح اس نے کیا ہوتا اگر یہ ہمیشہ سے ہوتا۔ لیکن اگر وہ آخری عدالت میں یہ نہیں پوچھتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ جب معاملہ یہاں آتا ہے تو وہ اس سے کہیں بہتر حیثیت میں ہوتا، کہتے ہیں، کہ اس کے دفاع میں کسی گواہ کو بلانے سے گریز کیا جائے جس کے بارے میں وہ کہتا ہے کہ وہ اس کے حق میں گواہی دیتا۔ بہت ہی غیر معمولی معاملات میں اسے ایسے مرحلے پر بھی اس طرح کے گواہ کو بلانے کی اجازت دی جا سکتی ہے، لیکن اگر وہ اس وقت ایسا نہیں مانگتا جب اس کا مقدمہ اپیل کے تحت ہوتا ہے تو اسے عام طور پر یہاں کامیاب ہونے کی بہت کم امید ہوتی۔ یہ سچ ہے کہ جب دفعہ 342 زیر بحث ہوتی ہے تو وہ ایک مضبوط حیثیت میں ہوتا ہے کیونکہ دفعہ عدالت پر ایک سنجیدہ اور سنجیدہ فرض رکھتی ہے، اور اگر عدالت اپنا فرض ادا کرنے میں ناکام رہتی ہے تو ملزم بہت صحیح اور مناسب طریقے سے شکایت کر سکتا ہے۔ لیکن جب سب کچھ کہا اور کیا جاتا ہے، تو وہ اس سے بہتر حیثیت میں رکھے جانے کا دعوی نہیں کر سکتا جس میں وہ ہوتا اگر عدالت شروع میں ہی اپنا فرض ادا کرتی۔ لہذا، وہ اپیل پر صرف اتنا کہنے کا حقدار ہے، "مجھے اس معاملے کی وضاحت کرنے کے لیے نہیں کہا گیا تھا۔ میری وضاحت یہ ہے؛ یہ وہ ہے جو میں کہتا: براہ کرم اس پر

غور کریں۔ "لیکن اگر وہ اپیل کے مرحلے پر اس عہدے کو نہیں سنبھالتا ہے اور یہاں پہلی بار تعصب کی شکایت کرتا ہے، تو یہ نتیجہ مضبوط ہے کہ عرضی بعد کی سوچ ہے اور یہ کہ کوئی حقیقی تعصب نہیں تھا۔

تاہم، چونکہ دفعہ 537 اور ضابطہ اخلاق کے دیگر دفعات میں "تعصب" کے حقیقی معنی کو ابھی تک مناسب طریقے سے سراہا نہیں گیا ہے، شاید اس عدالت ذریعے مستند فیصلے کی کمی کی وجہ سے، ہم نے وکیل کو مدعو کیا کہ وہ ہمیں یہ بتائیں کہ ان کے مؤکلوں سے کیا سوالات پوچھے جانے چاہئیں تھے اور کم از کم اس بات کی نشاندہی کرنے کے لیے کہ ان کے مطابق انہوں نے معقول طور پر کیا کہا ہو گا۔ اس سلسلے میں ان کی بنیادی شکایت یہ ہے کہ اپیل گزاروں میں سے کسی سے بھی مشترکہ مقصد کے بارے میں نہیں پوچھا گیا ہے اور انہوں نے کہا کہ یہ واضح ہے کہ ان میں سے بیشتر بہت معقول طور پر کہہ سکتے تھے کہ انہیں اس بات کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ یہ قتل تھا اور وہ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ اسمبلی کے کسی بھی رکن کے پاس مہلک ہتھیار تھے۔

اس مرحلے پر یہ وضاحت کرنا ضروری ہے کہ دونوں عدالتوں کو پتہ چلتا ہے کہ ایک غیر قانونی اجتماع ہوا تھا اور ایڈ پلی کے پولیس اسٹیشن پر چھاپہ مارا گیا تھا اور حملہ آور اسلحہ اور گولہ بارود اور اسٹیشن کے کچھ ریکارڈ لے گئے تھے ؛ یہ بھی کہ سنتری ڈیوٹی پر موجود دو پولیس کانسٹیبل قتل کیے گئے تھے۔ واحد نقطہ جس پر وہ اختلاف کرتے ہیں وہ مشترکہ شے کے بارے میں ہے۔

الزام میں کہا گیا کہ مشترکہ مقصد 30 ویں اور 31 ویں ملزم کو طاقت کے ذریعے بچانا اور ڈیوٹی پر موجود پولیس اہلکاروں کا قتل کرنے کے ساتھ ساتھ تھانے کے ریکارڈ، اسلحہ اور گولہ بارود لوٹنا تھا۔ فاضل سیشن جج نے پایا، بنیادی طور پر وکیل مستغیث کی طرف سے دی گئی رعایت کی وجہ سے، کہ مشترکہ مقصد کو اس حقیقت کے باوجود بچاؤ سے زیادہ نہیں رکھا جا سکتا تھا کہ کچھ ممبران مہلک ہتھیاروں سے لیس تھے۔ اس کے مطابق اس نے (فاضل سیشن جج کے لیے ایک خاتون تھی) تمام ملزموں کو مجموعہ تعزیرات ہند 152 کے تحت، جسے دفعہ 149 کے ساتھ پڑھا جاتا ہے، یا ٹر اوانکور تعزیرات ہند کی متعلقہ توضیعات کے تحت الزام سے بری کر دیا۔

ریاست نے ان بریت کے خلاف اپیل کی اور اس کے بعد عدالت عالیہ نے قتل و فساد کے الزام میں مجرم قرار دیا اور کم سزا سنائی۔ مجرموں نے اپیل بھی کی لیکن ان کی اپیلیں مسترد کر دی گئیں۔

فاضل وکیل مستغیث کے ذریعے کیے گئے اعتراف کے پیش نظر ہم نہیں سمجھتے کہ عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ جائز تھا کہ اسمبلی کا مشترکہ مقصد قتل تھا لیکن ہمیں نہیں لگتا کہ اس سے نتائج پر کوئی فرق پڑتا ہے۔

یہاں تک کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ مشترکہ مقصد صرف ان دو ملزموں کو بچانا تھا جو قید خانہ میں تھے، تو یہ واضح ہے کہ تشدد کا استعمال اس مقصد میں مضمر تھا۔ محافظوں کی مزاحمت پر قابو پانے کے لیے تشدد کا استعمال کرنے کے ارادے کے بغیر مسلح پولیس کی حفاظت میں رہنے والے افراد کو بچانے کے لیے لوگ رات کے وقت پٹاخوں، چھریوں اور لاٹھیوں کے ساتھ اکٹھے نہیں ہوتے ہیں۔ اور ایک شخص کو بہت معصوم اور سادہ ذہن ہونا پڑے گا اگر اسے یہ احساس نہ ہو کہ رات کے وقت محافظ قیدیوں کے لیے تعینات محافظ مکمل طور پر مسلح ہیں اور ان سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اپنے ہتھیار استعمال کریں گے۔ اور اگر وہ نہیں جانتا تھا کہ مسلح محافظوں کا قتل اس طرح کے چھاپے کا ممکنہ نتیجہ ہوگا تو اسے ذہانت میں طفل دماغ بننا پڑے گا۔ اور قتل کے لیے جو چیز اچھی لگتی ہے وہ عام طور پر لوٹ مار کے لیے بھی اچھی ہے۔ اب دفعہ 149 کا اطلاق نہ صرف مشترکہ مقصد کی پیروی میں ہونے والے جرائم پر ہوتا ہے بلکہ ان جرائم پر بھی ہوتا ہے جن کے ارتکاب کا امکان مجمع کے اراکین کو معلوم ہوتا ہے۔ اس معاملے کے حقائق پر یہ ماننا ناممکن ہوگا کہ اسمبلی کے اراکین کو معلوم نہیں تھا کہ ممکنہ طور پر اس طرح کے مشترکہ مقصد کی پیروی میں اتنی بڑی اسمبلی کے ذریعے قتل کیا جائے گا جتنی کہ ہمارے یہاں ہے۔ اس کے مطابق، یہاں تک کہ اگر مشترکہ مقصد کو قتل جتنا اونچا نہیں رکھا جائے تو بھی قتل اور فسادات کے الزام میں سزا مکمل طور پر جائز تھی۔ یہ اپیل کی بنیادی بنیاد کا جواب دیتا ہے۔

لیکن مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 342 کے بارے میں دلیل پر واپس جانا۔ ہمیں یہاں جس بات کا اندازہ لگانا ہے وہ وضاحت ہے جس کے بارے میں وکیل کا کہنا ہے کہ ہر اپیل کنندہ ٹرائل عدالت میں معقول طور پر دے سکتا تھا اگر اس سے ایک طلب کی گئی ہوتی، یعنی وہ نہیں جانتا تھا کہ اسمبلی کا کوئی رکن مہلک ہتھیار لے کر گیا تھا اور اس کے نتیجے میں قتل ہونے کا امکان تھا۔ اس کا جواب سادہ ہے۔ اس بات کی نشاندہی کرنے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے کہ اپیل گزاروں میں ذہانت اور سمجھ کی کمی ہے، اور اگر ان کا فیصلہ معقول ذہانت کے حامل افراد کے معیار کے مطابق کیا جاتا ہے، جیسا کہ انہیں قبل مسیح ہونا چاہیے، تو اس قسم کی وضاحت پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ جو لوگ جیل کی سلاخوں کے پیچھے بند افراد کو بچانے کے لیے خود کو متحد کرتے ہیں اور مسلح پولیس کی حفاظت کرتے ہیں وہ کھالی ہاتھوں اور امن کے کبوتر کے ساتھ نہیں نکلتے۔ یقیناً، وہ اپنے آپ کو ایسے آلات سے لیس کرتے ہیں جو کھلے تالے توڑنے اور دروازوں اور لوہے کی سلاخوں کو توڑنے کے لیے کافی مضبوط ہوتے ہیں اور یہ واضح ہے کہ ضرورت پڑنے پر اس طرح کے آلات کو مہلک اثرات کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آیا ہر رکن آلات کی صحیح نوعیت جانتا تھا، یعنی کہ کچھ کے پاس چھریوں اور کچھ لاٹھیاں تھیں۔ یہ کافی ہے کہ وہ جانتے تھے کہ ایسے آلات جنہیں مہلک ہتھیاروں کے طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، اگر مشترکہ مقصد کے بنیادی مقصد کو حاصل کرنا ہے تو انہیں لازمی طور پر لے جانا ہو گا۔ لہذا، اگر اب ہمیں جو جواب تجویز کیا گیا ہے وہ ٹرائل عدالت میں بھی دیا گیا ہوتا تو اس سے نتیجہ پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پہلے ملزم کو مخاطب کرتے ہوئے وکیل نے کہا کہ اس سے دفعہ 342 کے تحت اس کی جانچ میں شناخت کے بارے میں نہیں پوچھا گیا تھا۔ لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ سوال یہ تھا کہ-

"گواہ استغاثیہ 1 اور 4 کا کہنا ہے کہ انہوں نے آپ کو کانسٹیبل میتھیوز اور ویلیو دھن وغیرہ کو مارتے ہوئے دیکھا تھا۔" شناخت کے بارے میں نقطہ اس سوال میں مضمر ہے اور ہم مطمئن ہیں کہ یہ اپیل کنندہ سمجھ گیا کہ سوال کا مطلب کیا ہے کیونکہ ان گواہوں کی جرح سے پتہ چلتا ہے کہ شناخت کا سوال جرح کرنے والے کے ذہن میں موجود تھا؛ اس نے خاص طور پر اس معاملے کے بارے میں ہر گواہ سے سوال کیا۔

اس کے بعد، یہ کہا گیا کہ کسی بھی ڈکیتی کے بارے میں پہلے ملزم سے کوئی سوال نہیں کیا گیا تھا، لیکن ہمیں اس کی مزید جانچ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایک بار قتل و فساد کی سزا ختم ہونے کے بعد معاملہ علمی ہو جاتا ہے اور ایک بار جب ہم سزاؤں کو بیک وقت بناتے ہیں بجائے اس کے کہ ہم ایسا کرنا چاہتے ہیں۔

ساتویں ملزم کے علاوہ باقی اپیل گزاروں کے بارے میں اس نکتے پر دلائل ایک ہی طرز پر چلتے ہیں اور ہمیں ان کا الگ سے جائزہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

جہاں تک ساتویں ملزم کا تعلق ہے، اس کے معاملے میں اصل بات یہ ہے کہ اسے کڈیپر مبو میں اپنی موجودگی کی وضاحت کرنے کے لیے نہیں کہا گیا تھا جہاں کہا جاتا ہے کہ بچاؤ کا قرارداد اور منصوبہ بندی نے شکل اختیار کر لی تھی۔ وکیل نے کہا کہ یہ ملزم وہاں رہتا ہے، اس لیے محض اس حقیقت کو کہ وہ دن کے وقت وہاں جمع ہونے والے ہجوم کے درمیان دیکھا گیا تھا، شک کی صورت حال نہیں مانا جا سکتا۔ اس میں طاقت ہوتی اگر یہ حقیقت نہ ہوتی کہ اسے دوبارہ صبح 2 بجے پولیس اسٹیشن میں دیکھا گیا اور اس کی شناخت ان فسادیوں میں سے ایک کے طور پر کی گئی جنہوں نے چھاپے میں فعال حصہ لیا۔

ہم اپنے طریقے سے دفعہ 342 کے تحت ممکنہ تعصب کے سوال میں گئے ہیں کیونکہ، جیسا کہ ہم نے کہا ہے، اپیل کنندگان اس بات کی قدر کرتے دکھائی نہیں دیتے کہ جب اس قسم کی عرضی اٹھائی جاتی ہے تو کیا ضروری ہے۔ ہم کوئی سخت اور تیز قاعدہ مرتب کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے لیکن ہم اس بات پر زور دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اس معاملے میں جو کچھ کیا ہے اسے ایک مثال کے طور پر نہیں سمجھا جانا چاہیے اور یہ کہ مستقبل میں اس عدالت کو تعصب کے سوالات پر غور کرنے پر آمادہ کرنا تیزی سے مشکل ہو جائے گا اگر مطلوبہ مواد اس کے سامنے نہیں رکھا گیا اور اگر اپیل کنندگان جان بوجھ کر عدالتی امداد سے روکتے ہیں جو کہ ان کے اختیار میں ہے۔ اگر یہ رویہ اپنایا جائے تو ان کے خلاف ایک منفی نتیجہ کی توقع کی جانی چاہیے۔

اس کے بعد وکیل نے گواہوں کی ساکھ اور عام طور پر نتائج کی درستگی پر اعتراض کرنے کی کوشش کی لیکن، اپنے معمول کے عمل پر عمل کرتے ہوئے، ہم حقیقت کے بیک وقت نتائج میں مداخلت کرنے سے انکار کرتے ہیں جہاں کافی ثبوت موجود ہیں جن پر اگر یقین کیا جائے تو نتائج کی حمایت میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ یہاں یہ حیثیت ہے۔

واحد بنیاد جس پر مداخلت کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ ہے جہاں سزاؤں کو لگاتار چلانے کی ہدایت کی گئی تھی۔ عدالت عالیہ نے فاضل سیشن جج کی طرف سے منظور کردہ سزاؤں اور سزادہیوں کی تصدیق کی لیکن جب اس نے ریاست کی طرف سے اپیل کی اجازت دی اور کم سزا منظور کی تو اس نے کہا کہ "ہر ملزم کو دی گئی سزائیں بیک وقت چلیں گی"۔ ہمیں یقین نہیں ہے کہ آیا فاضل ججوں کا مطلب یہ تھا کہ ان کی طرف سے عائد کی گئی سزائیں دوسروں کے ساتھ ساتھ چلنی چاہئیں یا ان کا مقصد اس حد تک اپیل کی اجازت دینا تھا۔ تمام شکوک و شبہات کو دور کرنے کے لیے، ہم اپیل کو اس حد تک اجازت دیتے ہیں کہ ہدایت دی جائے کہ ہر ملزم پر عائد سزائیں بیک وقت چلیں نہ کہ لگاتار۔ اس کے علاوہ، اپیل مسترد کر دی جاتی ہے۔